حضرت عمرؓ اور تصوّف

ڈاکٹر غلام محمد

حضرت عمر اور تصوف ؟ بظاہر عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے ذہن کے پردہ پر یہ تصویر اصل سے کچھ مختلف نظر آتی ہے مگر سچ مانئے قصور عکس وشبیہ کا نہیں، بلکہ پردہ ذہنی کا ہے۔ ذہن کا جھول دور ہو اور فکر کی سلوٹیں نکل جائیں تو آپ ہی آپ انکار اقرار میں بدل جائے گا، اس لئے پہلے ضرورت اصلاحِ فکر کی ہے۔

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ابن خطاب خلیفہ راشد تھے اور انکی حکومت خلافتِ راشدہ تھی منہاج نبوت کے عین مطابق تھی۔ مگر جو لوگ یہ سب کچھ مانتے ہیں وہ یہ نہیں جانتے کہ "خلیفہ راشد" کون ہوتا ہے "خلافت راشدہ" کیا ہوتی ہے۔ اور رہا "تصوّف واحسان" اس کا صحیح منشاء و مفہوم خود عام مدعیان تصوف کو بھی کم ہی معلوم ہے تو اوروں کا کیا ذکر، اس لیے پہلے ان دو اصطلاحوں کا حقیقی مفہوم پیش کرنا ضروری ہے تاکہ ظاہر بین نگاہ حقیقت کو پا سکے۔

1 - خلافت راشدہ دراصل نبوت محمدیؐ کا تتمہ ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ارشاد ہے۔

ایام خلافت بحقیقت ایام نبوت	زمانہ خلافت زمانہ نبوت ہی
بود ولیکن وحی از آسمان	تھا مگر (فرق یہ تھا کہ اب)
فرود نمی آمد [1]	آسمان سے وحی نہ آتی تھی۔

2 - خلیفۂ راشد مراتبِ ولایت کے اوج و انتہا پر ہوتا ہے۔

شاہ صاحب ہی کی مستند زبان میں خلیفہ راشد وہ ہے کہ :

---

[1] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء - فصل دوم

جوہر نفس او شبیہ جوہر نفس انبیاء آفریدہ باشد و در قوت عاقلۂ او نمونۂ وحی ودیعت نہادہ باشد و آں محدثیت است، و در قوت عاملۂ او نمونۂ از عصمت گذاشتہ و آں صدیقیت است و فرار شیطان از ظل او الا آنکہ استعداد نفس او خواب آلود است تا پیغمبر ایقاظ آں نکند بیدار نہ شود [۲]

جس کا جوہر نفس انبیاء کے جوہر نفس کے مشابہ پیدا کیا گیا ہو اور اسکی عقلی قوت میں وحی کی مشابہت رکھی گئی ہو جو محدثیت[۱] کہلاتی ہے اور اسکی عملی قوت میں عصمت (انبیاء) کی مشابہت ہو جو صدیقیت کہلاتی ہے اور شیطان اس کے سایہ سے بھاگے البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کے نفس میں یہ صلاحیت اس وقت تک سوئی ہوئی رہتی ہے جب تک پیغمبر اسکو جگا کر بیدار نہ کرے۔

۳ ۔ خلیفہ راشد اپنے دور میں اُمت کا افضل ترین فرد ہوتا ہے۔
شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے الفاظ ہیں۔

از لوازم خلافتِ خاصہ آں است کہ خلیفہ افضلِ امت باشد در زمان خلافت خود عقلاً و نقلاً [۳]

خلافت راشدہ کے لوازم سے ایک یہ ہے کہ خلیفہ اپنے وقت میں تمام اُمت سے افضل ہو، عقلی اور نقلی دونوں دلائل سے

۴ ۔ قرنِ اوّل میں علوم تفسیر، حدیث اور فقہ کی طرح "تصوّف" (یا نبوی اصطلاح میں احسان) کی اصطلاحات اور اس فن کی تدوین بلاشبہ نہیں ملتی مگر

---

[۱] محدثیت سے مراد فہم کی وہ اعلےٰ استعداد ہے جس میں عام قوتِ فکریہ کی محتاجی نہ

[۲] ازالۃ الخفاء فصل سوئم

[۳] ازالۃ الخفاء ۔ فصل دوم ۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے قرآن، حدیث، عمل نبوتؐ اور تعامل صحابہؓ سے بھی اور بے شمار عقلی دلائل سے بھی اس دعوے کو ثابت کیا ہے تفصیل کے لئے اصل کتاب دیکھیں

اس کے صحیح مصداقات سب وہاں موجود ہیں۔ اس لئے دورِ صحابہ میں
لفظ و اصطلاح کو نہ پاکر ان کی اصل و حقیقت کا انکار نادانی ہے۔

۵ - فیضانِ نبوی ؐ کے اثرات سے صحابہ کا سلوک نہایت مخفی اور بہت مختصر
تھا۔ اس لئے سلوک کی تفصیلات وہاں نظر نہیں آتیں مگر حاصلِ سلوک
صاف طور پر وہاں دیکھا اور پایا جا سکتا ہے۔
حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں۔

اوشاں ایں نعمت علمی و نسبت عزیز الوجود در قدم اول بہ ظہوری آید ۱	ان حضرات (صحابہؓ) پر یہ نعمت علمی اور نسبت نادرہ پہلے ہی قدم میں ظاہر ہو جاتی ہے۔

۶ - طریقِ تصوف کا حاصل اور منتہا سیدی و سید العلماء حضرت مولانا سید
سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہٗ کا زبان اعجاز بیان میں یہ ہے:
"ہر عمل میں طلبِ رضا کا شعور پیدا ہونا یہی اس طریق کا حاصل ہے
اور جب خدا اور بندہ کے درمیان یہ علاقہ استوار ہو جاتا ہے تو
صوفیہ کی اصطلاح میں اسکو "نسبت" کہتے ہیں۔ اور قرآن پاک کی
زبان میں اسکی تعبیر یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ اور رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ
رَضُوْا عَنْهُ کے لفظوں میں کی گئی ہے۔ یَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ
ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً انہی کے لئے نوید بشارت
ہے" ۲

پہلے تین توضیحی مقدمات سے یہ بات ذہن میں جم جانی چاہیئے کہ خلیفہ ثانی
حضرت عمر فاروق رضؓ کے جتنے کمالات ظاہر و باطن ہیں ان کی اصل ان کے
"جوہرِ نفس" کا کمال ان کی "قوت عاقلہ" "عاملہ" کی مخصوص کسبی نہیں بلکہ
وہبی استعداد ہے اور ان کی فتوحات اور ملکی نظم و نسق کے کارنامے، عام

---

۱ مکتوب (۳۲)، دفتر اول - مکتوبات مجدد الف ثانی رح
۲ مکاتیب سلیمان "مرتبہ مولانا مسعود عالم مرحوم

حکمرانوں اور ملک گیروں سے اپنی اصل و حقیقت میں بالکل الگ غیر معمولی روحانی قوت و ربانی تائیدات کا کرشمہ تھے۔ مگر اہل ظاہر کی نگاہ اس باریکی تک نہ پہنچ سکی اور انہوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فاتح اعظم، مصلح اعظم، ماہر نظم و نسق تسلیم کر کے گویا اعتراف عظمت کا حق ادا کر دیا حالانکہ اس سے خلافت راشدہ کی تقدیس اور خلیفہ راشد کے مرتبہ روحانی اور عظمتِ ایمانی کا کچھ بھی حق ادا نہ ہوا بلکہ تعریف میں تنقیص کا پہلو پیدا ہو گیا ؎

ایں نہ مدح است او مگر آگاہ نیست

جب تک نگاہ ایمانی میسر نہ ہو ظاہر کی یکسانیت خود مسلمان کے لئے بھی وجہ حجاب ہی بنی رہتی ہے ؎

آب تلخ و آب شیریں ہم عنان   درمیان شاں برزخ لایبغیان   (رومی)

بہرکیف ان تین مقدمات کو سمجھنے کے بعد بقیہ چار توضیحی مقدمات کی روشنی میں تصوف و سلوک سے متعلق جو غلطیاں یا غلط فہمیاں ذہن میں تھیں وہ بھی دور ہو چکی ہوں گی اور یہ تسلیم کرنے میں کوئی تأمل نہ رہ گیا ہو گا کہ حاصل تصوف یعنی "مقام رضا" میں تمکن تو دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور انکے رفقائے مقدس ہی کا حصہ تھا اور وہی اس رتبۂ عالی کی الٰہی سند بھی رکھتے تھے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ۔ ورنہ اوروں کے حق میں تو یہ بات ظنِ غالب سے زائد درجہ کی نہیں۔

اسی روشنی میں فکر و نظر کرتے ہوئے اب سیرت عمرؓ کے خاص خاص باطنی پہلوؤں پر نظر ڈالئے تو اندازہ ہو گا کہ فاروق اعظمؓ صوفی اعظم اور محسن[۱] اعظم تھے ان کے جوہر نفس میں انبیاء کے جوہر نفس سے مشابہت تھی وہ محدث تھے، یعنی مہمات امور کی فہم میں وہ عام قوت فکریہ کے محتاج نہ تھے بلکہ اعلےٰ ترین الہاماتِ ربانیہ سے انکی دستگیری اور رہنمائی ہوتی رہتی تھی اور ان کے سایہ سے شیطان بھاگتا تھا۔ یہ سب ان کے معنوی کمالات ہی تھے جو فن تصوف و احسان کے تحت آتے ہیں اور انہی کا اجمالی تعارف ہمارے موضوع

۱؎ "محسن" قرآنی و حدیثی اصطلاح میں نہ کہ ہماری زبان کے محاورہ میں۔

کا منشار ہے -

حضرت عمرؓ کا جوہر نفس

ہر انسان کا "دو شاکلہ" یا اسکی طبعی استعداد ایک مانگی عطائے ربانی ہے حکمت الہیہ نے جس کو جو چاہا بنایا (تخلیق مایشاء) اسی وہبی استعداد کے مطابق انسان ترقی کے منازل طے کرتا ہے (کل یعمل علیٰ شاکلتہ) اعلیٰ سے اعلیٰ مربی بھی بس جوہر استعداد ہی کو چمکا سکتا ہے - نیست کو ہست کر دینا کسی کے بس کی بات نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد خیارکم فی الجاہلیۃ خیارکم فی الاسلام (تم میں جو جاہلیت میں اچھے تھے اسلام میں بھی اچھے ہیں) میں اسی رمز کا اظہار ہے — اس حقیقت کو نگاہ میں رکھ کر حضرت عمر فاروق رضؓ کی طبعی استعداد یا ان کے "جوہر نفس" کو دیکھئے تو آنکھیں چکاچوند ہو جائیں گی، اللہ اللہ کیا جوہر ہے اور کیسی استعداد کہ وحی ربانی کے چند کلمات کان میں پڑتے ہی دل میں اتر جاتے ہیں، رگ و پے میں بجلیاں بھر جاتی ہیں اور کائنات ہستی جاگ اٹھتی ہے - یَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اٹھے گا - اگرچہ آگ اسے نہ بھی چھوئے)

پھر یہی نہیں بلکہ بارگاہ نبوت کی پہلی حاضری اور نگاہ نبوی کے پہلے ہی فیضان میں جوہر فاروقی کو وہ جِلا ملی کہ وحی الہٰی سے کامل مناسبت اور خاص ربط وتعلق پیدا ہو گیا ان کی زبان حق ترجمان بن گئی اور وہ اتنے بلند ہو گئے کہ خاتم الانبیاء (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ان کے جوہر نفس کی تعریف یوں فرمائی - لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب[1] میرے بعد (بالفرض) اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے اس کے صاف معنی یہی تو ہوئے کہ ذات محمدی (علی صاحبہا الصلوات والتحیات) پر نبوت کا ختم ہو جانا الگ بات ہے ورنہ وہ استعداد یا وہ شاکلہ اور جوہر نفس جو منصب نبوت

---

[1] ترمذی بروایت عبداللہ بن عمرؓ

کے لئے ضروری ہے وہ یہاں موجود تھا، اسی شرفِ خاص کا اظہار شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے یوں فرمایا کہ — جوہرِ نفس او را شبیہ جوہرِ نفس انبیاء آفریدہ باشد اہلِ ظاہر کا بڑا ظلم ہے کہ ان کمالات کو جو اس اعلیٰ ترین رُوحانی استعداد کا کرشمہ تھے حضرت عمرؓ کے مخصوص عقل و فکر کا کرشمہ سمجھتے ہیں اور اپنی دانست میں ان کی تعریف کا حق بھی ادا کرتے ہیں - ؏ ایں نہ مدح ست او مگر آگاہ نیست

دستِ نبویؐ کی جلا بخشی

جوہرِ نفس کا اندازہ کچھ ہو چکا، اب نگاہ کا رُخ اس طرف کیجئے کہ یہ جوہر کس کے ہاتھوں سے ترش رہا ہے؟ ہادئ اعظم نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی ایک اچٹتی نگاہ خذف کو نگین بنائے، وہ عمرؓ پر توجہ فرمائیں، زبان مبارک پر دعا ہے، دستِ پاک سے جلا بخشی ہو رہی اور قلب فیض گنجینہ سے نورِ معرفت عطا ہو رہا ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو اس وقت سِن شعور میں تھے، اپنے والد ماجد کی بارگاہِ رسالت پناہ میں اس پہلی حاضری کا ذکر یوں فرماتے ہیں -

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب صدر عمر بن الخطاب بیدہ حین اسلم ثلاث مرات وھو یقول اللّٰھم اخرج مافی صدرہٖ من غلٍ وبدّلہٗ ایماناً یقول ذلک ثلاثاً [1]	تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خطاب کے سینہ پر تین مرتبہ دستِ فیض پھیرا جب وہ اسلام لائے، اور تین بار یہ دُعا فرمائی کہ بار الٰہا اس کے سینے میں جو کھوٹ ہو اس کو دور فرما اور اس کے بجائے ایمان بھر دے

جوہر بھی بے مثل اور جوہری بھی بے نظیر، نتیجہ یہ کہ آناً فاناً جہل و ظلم گیا، علم و عرفان آیا، غفلت مٹی، حضوری ملی، اور ذاتِ حق سے وہ نسبتِ عالی اور ربط لازوال قائم ہو گیا جو صحابہؓ کے زمرہ عالی میں بھی اعلیٰ وارفع تسلیم کیا گیا - شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے الفاظ میں استعدادِ نفس خواب آلود تھی، پیغمبر کے جگانے سے جاگ اٹھی اور قوتِ عاقلہ میں جو وحی سے مشابہت ودیعت

تھی اور قوتِ عاملہ میں جو عصمت سے مشابہت رکھی گئی تھی، وہ اب نمایاں ہو گئی —

زبان و قلب عمرؓ

چنانچہ اب حضرت عمرؓ کی زبان مبارک اور ان کا قلبِ اطہر اظہارِ حق کا معیار اور شناختِ حق کی کسوٹی بن گئے تھے، صحابہ کرامؓ کا ارشاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں جب عمر فاروقؓ کچھ فرماتے یا اُن کی رائے کسی جانب ہوتی تو — "قرآن حضرت عمرؓ ہی کی رائے کے موافق نازل ہوتا" [1] خود محمد عربی (فداہ روحی) کا ارشاد بھی اس ضمن میں یہ رہا :

ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ [2]	اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان اور قلب پر موقوف فرما دیا ہے

محدثیت یا موافقاتِ عمرؓ

علمائے ربانی نے ایسے پندرہ مواقع گنائے ہیں جن میں قرآنِ پاک نے بے غبار طور پر حضرت عمرؓ کی یا تو رائے کی تائید کی ہے یا ان کی حسب مراد آیت اتر آئی ہے یا لفظ بہ لفظ ان کا قول وحی الٰہی بن گیا ہے جو ان کی "محدثیت" کی کھلی دلیل ہے — طوالت سے بچنے کے لئے یہاں ان تین قسم کی تائیدات یا "موافقات" کی صرف ایک ایک مثال ملاحظہ ہو۔

۱ - **رائے کی تائید** — بدری قیدیوں کے متعلق صدیق اکبرؓ فدیہ لیکر چھوڑ دینے کا مشورہ دے رہے تھے اور عمر فاروقؓ ان کے قتل پر مصر تھے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا رجحان صدیق اکبرؓ ہی کی طرف تھا مگر وحی الٰہی جو آئی تو حضرت عمرؓ کی تائید لئے ہوئے — مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (انفال)

۲ - **مراد کی تکمیل** — آیت حجاب اترنے سے پہلے کاشانۂ نبوت میں ہر کوئی آتا جاتا تھا، حضرت عمرؓ کو یہ بات اچھی نہ لگی حضور نبویؐ میں عرض رسا

(۱و۲) مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب صحابہؓ فصل ثانی

ہوئے کہ یہ سلسلہ بند فرما دیا جائے اور ازواج مطہرات بھی پردے کے بغیر باہر نہ نکلا کریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مشورہ پر حکم الٰہی کے منتظر ہو کر خاموش ہو رہے - ایسے میں سورۃ احزاب کی آیت حضرت عمرؓ کے حسب مراد اتر آئی -

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ -

۳ - قول کی قبولیت) ــــ عبداللہ بن عباسؓ راوی ہیں کہ جب سورۃ مؤمنون کی آیت وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ " نازل ہوئی تو ایک کیف عبدیت میں ڈوب کر زبانِ عمرؓ سے بے ساختہ نکلا ــــ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ - اور فوراً ہی جبرئیل امین اس قول کی مقبولیت کا مژدہ لے کر نازل ہوئے ، حضور اکرمؐ نے فرمایا ــ "اے عمرؓ! جو فقرہ تمہاری زبان سے نکلا ، وہی خدا نے بھی نازل فرمایا" اللہ اکبر! کیا الہام ہے کہ وحی متلو کا شرف پا گیا ۔ یہ ہے "وحی الٰہی سے مشابہت" کی شان اور یہ ہے "قوت عاقلہ" کا وہ امتیاز جو خلفائے راشدین کا امتیاز تھا ۔

معرفت الٰہیہ

حضرت عمرؓ کی فراست و فطانت کا اعتراف اپنے پرائے سب ہی کو ہے ، اسی طرح ان کی "اولیات" یعنی جن امور کی پہل کا سہرا ان کے سر ہے ، خواہ وہ مسائل دین سے متعلق ہوں یا تدبیر مملکت سے متعلق ، ان کی فہرست بھی ایک منفرد نوعیت کی چیز ہے - سیرت فاروقی کے اس پہلو کو اجاگر کرنے کا حق علامہ شبلی نعمانیؒ نے خوب ادا کیا ہے اس لئے اسکی تفصیل تحصیل حاصل ہے یہاں صرف فاروق اعظم کی معرفت آگاہی یا ان کے "علم باللہ" اور اسکی عزلت خاص کی طرف اشارہ مقصود ہے - پہلے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی جلالت شان کو ذہن میں رکھئے اور پھر ان کے نپے تلے الفاظ کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کیجئے حضرت عمرؓ کی وفات پر فرماتے ہیں -

لما مات عمر انی لاحسب	جب عمرؓ نے وفات پائی تو میں
انه قد ذهب تبسعة	نے سمجھا کہ علم کا نو بٹے دسواں
اعشار العلم قیل له	حصہ چلا گیا ، لوگوں نے کہا آپ
تقول هذا وفینا جملة	یوں کہتے ہیں حالانکہ ہم میں تمام

من الصحابة قال لیس	صحابہؓ موجود ہیں، فرمایا علم سے
اعنی العلم الذی	جو تم مراد لیتے ہو وہ میری مراد
تریدون وانما اعنی	نہیں بلکہ میری مراد ہے اللہ تعالیٰ
العلم باللہ تعالیٰ [1]	کی معرفت کا علم۔

اس سے پتہ چلا کہ یہ بات صحابہؓ کو بھی مسلم تھی "علم معرفت الٰہی" عام علم کتابی سے ایک الگ اعلیٰ و اشرف علم ہے، اور حضرت عمرؓ اس علم معرفت کے مہر درخشاں تھے اور یہ کہ حضرت عمرؓ تفقہ اور تدبیر مملکت کے کمالات ان کے اس علم معرفت سے کم رتبہ تھے، گو وہ بھی ہماری اصطلاحی عقل و فکر کے نتائج نہ تھے۔

خشیتِ الٰہی ہم نے آخری توضیحی مقدمہ میں بتایا ہے کہ تصوّف اور احسان کا منتہا، مرضیٔ عبد، اور مرضیٔ حق میں یگانگت کا پیدا ہو جاتا ہے اور حضرات صحابہؓ کی توصیف قرآن پاک میں اسی سے کی ہے کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ، مگر خود اس "رضائے صحابہؓ" کو خشیتِ الٰہی کا ثمرہ قرار دیا گیا ہے۔ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ، اب چونکہ حضرت عمرؓ صحابہ کرام کے زمرہ میں امتیازی شان کے مالک ہیں اس لئے ان کی سیرت میں صفت خشیت کا ظہور بھی خاص ہی ہونا چاہیئے، اور ہوا ان کی ایک ایک ادا خشیت الٰہی میں ڈوبی ہوئی تھی مگر عام طور پر ارباب سیر نے اس پہلو کو پوری طرح نہ دیکھا نہ دکھایا اور ہمارے لئے بھی اس پورے دفتر کا کھولنا مشکل ہے البتہ "مشتے نمونہ است از خروارے" چند باتیں پیش ہیں ان سے حضرت عمرؓ کے خوف و خشیت الٰہی کا اندازہ ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ یوں فرمایا کرتے تھے۔

لو مات جدی بطرف	اگر بکری کا بچہ فرات کے کنارے
الفرات رای شاطئہ	پر مر جائے تو مَیں ڈرتا ہوں کہ

---

[1] ابن الجوزی سیرت عمرؓ

لخشیت ان یحاسب اللّٰہ	اللہ تعالیٰ اس کا محاسبۂ عمر
بہ عمر [۱]	سے نہ کر بیٹھے ۔

اسی طرح عبداللہ بن عامرؓ کا قول ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ زمین سے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور فرمایا ۔

لیتنی لم اخلق ، لیت امی	کاش میں پیدا نہ ہوتا، کاش
لم تلدنی لیتنی لم	میری ماں مجھ کو نہ جنتی، کاش
اکن شیئا، لیتنی کنت	میں کچھ نہ ہوتا ۔ کاش میں
نسیًا منسیًا [۱]	نیست و نابود ہو گیا ہوتا ۔

یہ ہے ایک خلیفہ راشد اور راس امیر المؤمنین کے خوف و خشیت کا حال جس کے رعب و جلال سے کائنات لرزتی تھی ۔ یہ عام سلاطین اور آمروں کی مصنوعی صولت و شوکت نہیں تھی بلکہ خاص ہیبت الٰہیہ کا اثر تھا جو ذاتِ عمرؓ پر چھا گئی تھی اور ظاہری حشم و خدم سے بے نیاز کل ماحول کو متأثر کر رہی تھی ۔ بقول عارف رومیؒ

ہیبتِ حق است این از خلق نیست
ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

بہرکیف اس خشیت الٰہی کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو رات کو نیند میسر تھی نہ دن کا چین، دن کو رعایا کے حقوق کا خیال پلا نہ بیٹھنے دیتا تھا اور رات کو اپنے نفس کے محاسبہ سے نیند اچاٹ ہو جاتی تھی خود فرماتے تھے ۔

اذا نمت فی اللیل ضیعت	اگر میں رات کو سو جاؤں تو میں
نفسی و ان نمت فی	نے اپنے نفس کو برباد کیا اور
النهار ضیعت رعیتی [۲]	اگر دن کو سو جاؤں تو میں نے
	اپنی رعایا کا نقصان کیا ۔

---

[۱] سیرۃ عمر بن الخطاب از علی طنطاوی بحوالہ ابن الجوزی ۱۴۰ والریاض النضرۃ ۲:۵۴
[۲] سیرۃ عمر بن الخطاب از علی طنطاوی بحوالہ تنبیہ المغترین للشعرانی ۴۸

اس خوف سے اس قدر رویا کرتے تھے کہ عبداللہ بن عیسیٰ فرماتے ہیں۔

كان فی وجه عمر خطان اسودان من البكاء[۱] — حضرت عمرؓ کے چہرہ پر آنسوؤں کے بہنے سے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔

اور خوف و خشیت کا اثر کچھ وقتی نوعیت کا نہ تھا بلکہ پورے دورِ حیات پر چھایا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ عین اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے حضرت عمرؓ کو اسی کرب و بلا میں مبتلا یہ گڑگڑاتے ہوئے سنا گیا۔

ويلي وويل امي ان لم يغفر الله لي[۲] — بربادی ہے میری اور میری ماں کی اگر اللہ نے مجھ کو نہ بخشا۔

یہ چند باتیں اظہار مدعا کے لئے بس ہیں تفصیل دیکھنا ہو تو سیرۃ عمر بن الخطاب — مؤلفہ شیخ علی الطنطاوی و ناجی الطنطاوی قابل دید ہے۔

احتسابِ نفس خشیت کا لازمی اثر احتسابِ نفس ہے، حضرت عمرؓ کے حکام اور رعایا پر احتسابِ نفس کے کارنامے بہت بیان کئے جاتے ہیں۔ مگر توجہ اس طرف بہت کم مبذول رہتی ہے کہ وہ خود اپنے نفس کے کتنے بڑے محتسب تھے۔ اس احتساب کا صرف ایک واقعہ ملاحظہ ہو — امیر المؤمنین ہیں، ایک روز ممبر پر چڑھتے ہیں، نظر ہر آن اپنے نفس پر جمی ہوئی ہے۔ نہ جانے کیا تغیر محسوس ہوا کہ بھرے مجمع میں اپنے نفس پر زجر کرتے ہوئے فرمایا "ایک دن وہ تھا کہ میں اپنی خالہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور وہ اسکے عوض میں مٹھی بھر کھجوریں دیا کرتی تھیں اور آج میرا یہ زمانہ ہے" بس یہ فرما کر ممبر سے اتر آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے کہا یہ تو آپ نے اپنی تنقیص کی۔ فرمایا تنہائی میں میرے دل نے

---

[۱] ایضاً بحوالہ الحلیہ ۱: ۵ [۲] ایضاً ابن سعد ۱: ۳۶۲ و ابن الجوزی ۱۹۹

کہا تم امیر المؤمنین ہو تم سے افضل کون ہو سکتا ہے اس لئے میں نے چاہا کہ اسکو اپنی حقیقت بتا دوں“ ؎۱

اظہارِ نعمت یا شکرانۂ فضیلت

اس احتساب کے ساتھ کسی عطائے ربّانی کا اظہار کیا جائے تو وہ فَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے امرِ ربّانی کی محض تعمیل ہے، اس نزاکت کو بجز ماہرینِ تصوف کے نہ کوئی جان سکتا ہے نہ پہچان سکتا ہے کہ اظہارِ فخر کیا ہے اور تحدیث نعمت کیا ہے ؟ دیکھئے حضرت عمرؓ تختِ خلافت پر آچکے ہیں اور صحابہ کرامؓ کے مقدس مجمع سے مخاطب ہیں، اپنی اس فضیلت خداداد کا شکرانہ اور خلافت راشدہ کے مقام و منصب کا اظہار کس قدر صاف و صریح الفاظ میں فرما رہے ہیں ۔

الحمد للّٰه الذی	اس خدا کی تعریف جس نے مجھے
صیرنی بحیث لیس	ایسا بنا دیا کہ آج مجھ سے
فوق احدٌ ؎۲	برتر کوئی نہیں ۔

اس اظہار ”لیس فوق احدٌ“ کو سنکر سب سرِ تسلیم خم کئے ہوتے ہیں اور سب کے سب حضرت عمرؓ کی ظاہری و معنوی، قالبی و قلبی، حکومتی اور روحانی فضیلت پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں ورنہ اس مجمع مقدس کا ایک ایک فرد حق کے معاملہ میں اس قدر بیباک تھا کہ فوراً ٹوک دیتا کہ اے عمرؓ! تمہاری ظاہری برتری مسلم مگر باطنی پیشوائی کو ہم تسلیم نہیں کرتے ۔ مگر جب کسی ایک نے بھی ایسا نہیں کیا تو اپنے دور میں حضرت عمرؓ کی فضیلت ہر اعتبار سے ثابت ہو گئی اور معلوم ہوا کہ دورِ خلافت میں قاسم ازل اپنے عطا کی تقسیم انہیں کے ہاتھوں کروا رہا ہے، خواہ وہ مالِ غنیمت ہو یا انوار ولایت ہوں ۔ اسی جامعیت کمال کی طرف شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا کہ :

؎۱ نزہت الابرار ۔ تذکرہ حضرت عمر ۔ ؎۲ ارشاد الطالبین مصنفہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی بحوالہ دیلمی در فردوس و ابونعیم در حلیہ ۔

"ازلوازم خلافتِ خاصہ آن است کہ خلیفہ افضل اُمّت باشد در زمان خلافت خود"

فرارِ شیطان حضرت شاہ ولی اللہؒ نے خلافت راشدہ کے رُوحانی کمالات کے ضمن میں یہ بھی فرمایا ہے کہ ——

"فرارِ شیطان از ظل او" — اور خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ کے متعلق تو ان کے اس وصف کی تصدیق خود نطقِ نبوی سے حاصل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

یا عمرؓ مالقیك الشیطان	اے عمرؓ جب شیطان تم سے
سالکًا فجاً الاسلك	کسی راستہ میں ملتا ہے تو
فجاً غیر فجك ؎	راستہ بدل دیتا ہے

اس کے صاف معنی یہی ہوتے کہ مظہر ہدایت کے سامنے مظہر ضلالت کی کیا مجال ہے کہ ٹھہر سکے اور یہی بات ہم پورے زور و قوت سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا یہ روحانی ترفع ہے کہ وہ ہدایت ربّانی کے مظہر بن گئے تھے اس لئے ان سے ہدایت ہی ہدایت پھیلتی رہی، اہل ظاہر کی نظر فاروقی کارناموں پر تو کچھ ہے بھی مگر نفس فاروقیت پر بالکل نہیں۔

اِصطلاح و محاورۂ تصوّف میں چند باتیں

اب تک ہم نے حتی الامکان اصطلاح اور محاورۂ فن سے بچتے ہوئے سیرت فاروقی میں تصوّف کے حقائق کی نشاندہی کی ہے۔ اب کچھ اصطلاح میں گفتگو کرنا ہے۔

حضرت عمرؓ "مراد" ہیں اہل نظر کے نزدیک تو حضرت عمر کا امتیاز دورِ خلافت پر منحصر ہے مگر صوفیانہ نگاہ ان کے امتیاز کو قبلِ خلافت ہی نہیں بلکہ اُن کے اصل جوہر اور انکی ابتدا میں دیکھتی ہے، وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ اسلام میں "مرید" ہو کر نہیں آتے بلکہ "مراد" بن کر آتے ہیں، ان کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا نے کھینچا ہے۔

حضورؐ نے ان کو اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ کر مانگا تھا۔

اللّٰھم اعز الاسلام	اے اللہ ابوجہل اور عمر بن
باحب ھٰذین الرجلین	خطاب میں سے جو تجھے محبوب
الیک بابی جھل او عمر	ہو اس سے اسلام کو عزت
بن الخطاب [1]	دے۔

چنانچہ جب اس دُعا کی قبولیت نے ظہور کیا اور بارگاہ رب العزت میں عمر بن خطاب ہی محبوب ٹھہرے اور انہی کے ذریعہ دین کی عزت افزائی مقدر ٹھہری تو ابن ماجہ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے حلقہ بگوش اسلام ہونے پر جبرئیل علیہ السلام آئے اور بارگاہ نبوت میں عرض کی کہ "آسمان کے لوگ آپ کو عمر کے اسلام لانے پر بشارت دیتے ہیں" — "مرادیت عمرؓ" کی یہ کس قدر کھلی اور مستحکم دلیل ہے۔

حضرت عمرؓ "مجذوب سالک" ہیں

فن سلوک و تصوّف کے واقف کار جانتے ہیں کہ جو "مراد" ہوتا ہے اس کو دولت "جذب" پہلے ملتی ہے اور مدارج سلوک کی سیر بعد میں کرائی جاتی ہے، یہی "محبّیت" کی نشانی ہے اور اسی کو اصطلاح میں "مجذوب سالک" کہا جاتا ہے، لہٰذا حضرت عمر بھی مجذوب سالک ہوئے، چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے پوری صراحت سے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو "سالک مجذوب" ہیں مگر بقیہ تینوں خلفاء کا حال یہ ہے فان جذبھم مقدم علی

سلوکھم کما ھو	یعنی ان حضرات ثلثہ کا جذب
حال حضرۃ الرسالۃ	ان کے سلوک پر اس طرح مقدم
المصطفویہ	ہے جیسے خود حضرت رسالت
علیہ وعلی آلہ الصلوات	پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کا
والتسلیمات [2]	حال ہے۔

---

[1] ترمذی بروایت عبداللہ ابن عمر [2] معارف لدنیہ معرفۃ ۲۲

حضرت عمرؓ "قدم موسیٰ" پر

یہ تو سب ہی مانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو ابراہیمیت موسویت اور عیسویت والی جامعیت کا خاص شرف حاصل ہے۔ البتہ حضور اقدس ہی کے فیضان روحانی سے پچھلے انبیاء کی طرح اگلے اولیاء کاملین میں بھی کسی میں حضرت نوح والے غیظ وغضب کا جلال، کسی میں موسوی حکومت وسطوت کا شکوہ، کسی میں عیسوی زہد وعفو کا جمال نمایاں دیکھا جا سکتا ہے۔ صوفیاء کرام اپنی بولی میں افراد اُمت محمدیہ کے ان شئون کی تعبیر اس طرح کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ "قدمِ نوح" پر ہیں، فلاں "قدم موسیٰ" پر اور فلاں "قدم عیسیٰ" پر۔ صوفیاء کے اس نقطۂ نظر سے سیرت عمر کا جائزہ لیا جائے تو اس میں یہ تمام خشیت وزہد، تنظیم ملّت، حکومت وسطوت اور جاہ وجلال کی خصوصیت اسقدر نمایاں نظر آتی ہے کہ ہم بلا پس وپیش یہ کہہ سکتے ہیں کہ فاروق اعظمؓ "قدم موسیٰ" پر ہیں — اور یہ بات کم ازکم حضرات شیخینؓ اور حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ کے بارے میں تو محض صوفیاء کے کہنے کی نہیں ہے بلکہ نطق نبوی سے اسکی کھلی تائید مل جاتی ہے۔ دیکھئے غزوۂ بدر میں جب کفار قریش گرفتار ہوکر آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت عبداللہ ابن رواحہ نے کہا کہ ان کو آگ میں جلا دیا جائے اور حضرت عمر نے کہا کہ انہیں قتل کردیا جائے لیکن حضرت ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ یہ آپ کے خاندان اور قوم کے ہیں ان پہ رحم فرمائیے۔ آپ نے ان مشوروں کو سُنکر فرمایا کہ ایک فریق (یعنی ابن رواحہ وعمر) اپنے پہلے بھائیوں نوحؑ اور موسیٰؑ کی طرح ہے۔ نوح نے کہا، پروردگارا زمین پہ کافروں میں سے کسی گھر بسانے والے کو مت چھوڑ اور موسیٰ نے کہا ہمارے پروردگارا ان کی دولت ملیا میٹ کرشے اور ان کے دلوں کو سخت کرشے اور دوسرا فریق (یعنی ابوبکر) ابراہیم کی طرح ہے ابراہیم نے کہا جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے ہے اور جس نے نافرمانی کی تو تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور عیسیٰ کی طرح ہے کہ عیسیٰ نے کہا اگر تو نے ان کو

سزا دی تو وہ تیرے بندے ہیں اور تو معاف کرے تو تو قدرت والا اور حکمت والا ہے (مستدرک حاکم - ۳ ص ۲۱ و ص ۲۲) اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے عبداللہ بن رواحہ اور حضرت عمر کو حضرت نوح اور حضرت موسیٰ کی نذیری شان اور حضرت ابوبکر کو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ کی بشیری شان کی مثال میں ظاہر فرمایا'' ؎۱

حضرت عمرؓ ''قطب ابدال'' تھے

حضرت عمر کا قدم موسیٰ پر ہونا ثابت ہو چکا اور یوں بھی چشم بصیرت پر ظاہر ہی تھا لیکن اگر سوال یہ کیا جائے کہ خود نبی آکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں آپ کا رُوحانی رتبہ کیا تھا، تو اس کا جواب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے ملے گا، اپنے مشہور رسالہ معارف لدنیہ میں معرفت (۳۵) کے تحت حضرت مجدد نے پہلے تو ''قطب ارشاد'' اور ''قطب ابدال'' کے فرق کو واضح فرمایا ہے کہ ایمان، ہدایت، نیکیوں کی توفیق، برائیوں سے توبہ: یہ ''قطب ارشاد'' کے فیوض کا نتیجہ ہیں اور قطب ارشاد ''قدم نبوی'' پر ہوتا ہے اس کے بالمقابل ''قطب ابدال'' دُنیا کے تکوینی امور جیسے بلاؤں کا ازالہ، امراض کا خاتمہ، حصول عافیت اور رزق رسانی وغیرہ کا ذریعہ ہوتا ہے اور اسکو پل بھر کی فرصت نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ مشغول ہی رہتا ہے - اس فرق کی وضاحت کے بعد دورِ حضرت رسالت پناہ ؐ میں عمر فاروق رضؓ کے مقام باطنی سے متعلق یہ عجیب انکشاف فرمایا ہے -

وقد كان صلى الله عليه وسلم قطب الارشاد وكان قطب الابدال في ذلك الوقت عمرؓ واويس القرنيؓ	خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو قطب ارشاد تھے اور اسی دور میں عمرؓ اور اویس قرنیؓ قطب ابدال تھے -

---

؎۱ خلیل اللہ کی بشریت — حضرات انبیاء کے اوصاف غالبہ'' از علامہ سید سلیمان ندوی رح

تجدید دین کا کارنامہ "نسبت فاروقیؓ" کے ذریعے انجام پاتا ہے

رد و قبول اہل بصیرت پر چھوڑتے ہوئے مکتب "تصوف و احسان" کے ابجد خوان کی حیثیت میں "نسبت فاروقی" سے متعلق ایک غور طلب بات پیش کرنے کو جی چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر نسبت کا ایک لون (رنگ) ہوتا ہے اور جب کبھی کسی خاص نسبت کا ظہور کہیں ہوتا ہے تو اس صاحب نسبت سے اسی رنگ کے مخصوص کمالات ظاہر ہوتے ہیں اور نسبتوں کے ان الوان کے اشارات خود احادیث نبویہ سے ملتے ہیں مثلاً حضرات نقشبندیہ جو نسبت صدیقی کے حامل ہیں ان میں سینہ بسینہ القاء کا ظہور زیادہ ہے اس کا اشارہ اس ارشاد نبوی میں صاف ملتا ہے کہ:

ما صب الله فی صدری	اللہ تعالے نے میرے سینہ میں
شیأً الا صببته فی	کوئی بات ایسی نہیں ڈالی جو
صدر ابی بکرؓ	میں نے ابوبکر کے سینہ میں
	ڈال نہ دی ہو۔

یا مثلاً حضرات چشتیہ جو نسبت علوی کے حامل ہیں ان میں فنائیت کا کمال بہت زیادہ ہے۔ یہ فیض عینیت کا اثر ہے۔ جس کا اشارہ اس حدیث پاک میں ملتا ہے کہ:

علیؓ منی وانا منہ	علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔

اسی طرح اگر غور کیا جائے تو فاروق اعظمؓ کے بارے میں جو خاص ارشادِ نبویؐ ہے وہ یہ ہے کہ:

لو کان بعدی نبیؐ	میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ
لکان عمرؓ۔	عمر ہوتے۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ نظام شرعی کی ترویج و تجدید کے کارنامے کا خصوصی تعلق "نسبت فاروقیؓ" ہی سے ہے، اور جب کبھی "نسبت فاروقی"

کا فیضانِ خاص کسی ولی پر غالب آتا ہے تو اس سے تجدیدِ دین کا کارنامہ سرانجام پاتا ہے خواہ وہ کہنے کو نقشبندی ہو یا چشتی یا قادری یا سہروردی[۱]

اس حقیقت کے ماسوا تاریخ مجددین پر سرسری نظر ڈالیے تو "اتفاقِ مشیئت" کا ایک اور کرشمہ نظر آتے گا وہ یہ کہ دینِ محمدی کے مجددِ اوّل اور پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں جو نسبت باطنی رکھنے کے علاوہ فاروق اعظم رضؓ کے پرپوتے بھی ہیں - پھر ہزارہ ثانی کے مجدد اوّل حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ جن کا نام نامی ہی "مجدد الف ثانی" پڑ گیا ہے، وہ بھی فاروقی النسب ہی ہیں - بارہویں صدی کے مجدد کبیر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ بھی نسبًا فاروقی ہی تھے —— اسی طرح چودھویں صدی میں دینِ محمدیؐ کے ایک اور ممتاز مجدد یعنی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ بھی نسبًا فاروقی ہی ہیں —— ان چار ہستیوں کے علاوہ درمیانی صدیوں کے مجددین کی جو فہرستیں امام جلال الدین سیوطی یا اور محدثین نے مرتب فرمائی ہیں، ان میں سے ایک ایک کو دیکھا جاتے تو اور بھی ہستیاں ایسی نکل آئیں گی جن میں فاروقی خون جوش زن ملے گا - گو ہمارے نزدیک تجدیدی کارنامے کا انحصار نسب پر نہیں بلکہ محض "نسبت فاروقی" کے زور پر ہے - واللہ اعلم وعلمہٗ اتم -

---

[۱] واضح رہے کہ علوی، صدیقی، فاروقی، عثمانی یا اویسی نسبتوں کا ظہور معروف سلاسل تصوف میں کسی خاص سلسلہ کا پابند نہیں، بلکہ یہ بجلیاں ہر سمت کوندتی رہتی ہیں، دراصل اس کا انحصار کسی اہل اللہ کے اپنے شاکلہ پر ہے - اس کی نہایت عام فہم مثال حضرت حکیم الامت رحمؒ نے یہ ارشاد فرمائی ہے کہ مرغی کا انڈا اگر بطخ کے نیچے رکھیے تو مرغی برآمد ہوگی - بطخ کے سینکنے سے بطخ برآمد نہ ہوگی - اسی طرح اس کے برعکس معلوم ہوا کہ دارومدار انڈے کی طبعی استعداد پر ہے نہ کہ مرغی یا بطخ کی حرارت پر —— !!

[۲] مجدد چہاردہم صدی کے تجدیدی کارنامہ کو ایک نگاہ میں دیکھنا ہو تو حضرت مولانا عبدالباری ندوی مدظلہٗ کی چار گرانقدر مؤلفات "تجدید دین کامل، تجدید تصوف، تجدید تعلیم و تبلیغ اور تجدید معاشیات" کا مطالعہ ضروری ہے، راقم الحروف نے عارف باللہ حضرت مولانا محمد حسین چشتی حیدرآبادی قدس سرہٗ (مرشد حضرت مولانا گیلانیؒ) کو اور

(بقیہ حاشیہ صـ۵۰ پر)